OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:4, Issue: 2, Jul -Dec 2023
DOI:10.51665/al-duhaa.004.02.0226 PP: 13-26

دیوالیہ (تفلیس) کی شرعی وتاریخی حیثیت کا تحقیقی جائزہ

An Investigative Review of the Shariah and Historical Status of Bankruptcy (Taflīs)

Published: 10-10-2023
Accepted: 05-10-2022
Received: 05-09-2023

Dr. Jan Gul
Theology Teacher, Elementary and secondary Education Department, Mansehra
Email: drjangul82@gmail.com

Dr. Muhammad Ateeq ur Rehman
Director Research and Development, Al-Habib Library, Mansehra
Email: alhabiblibrary786@gmail.com

Abstract

The name of a person who has become bankrupt or poor is Tiflis, which is remembered by different names, just as the ruler announced the bankruptcy of someone and made him famous among the people. A bankrupt is a person who has debts and his expenses are more than his income. According to the jurists, a bankrupt is one who has the rights of his servants to such an extent that they cannot be paid from his wealth and the ruler imposes restrictions on his disposal. As if all the wealth of the debtor has been lost and he has nothing left to pay the debt and his remaining wealth is insufficient to pay the debt, then in this situation the Ghurma would approach the Qazi or Hakim. And he decides to bankrupt him. Historically, the bankruptcy system passed through different periods and reached Rome and Italy. In these countries, the debtor was mistreated in such a way that whatever property he owned was sold to recover his debt, and if he had anything If it was not, then the debtor would be made a slave and made to serve him, and if he was not able to do this, he would be sold like a slave. Thus, the Tiflis system was divided into three different periods. In the Qur'an, Allah revealed laws and regulations, established equality in justice and fairness between people, and not only the followers of the religion of Islam, but the entire humanity got rights and protection, then determined the rights and duties of creditors and debtors in such a way that There is no oppression on the creditor and there is no oppression on the debtor.

Keywords: *Shariah, Historical Status, Bankruptcy Taflīs.*

CC BY

تمہید

دینِ اسلام ایک ہمہ گیر مذہب ہے جس نے انسان کے ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے معاملے سے متعلق راہنمائی فراہم فرمائی ہے یہاں تک کہ معاشیات، اقتصادیات اور دیگر مالی معاملات کے متعلق بھی تفصیلی ہدایات فراہم فرمائی ہیں اور ایسے اصول فراہم کیے ہیں جن کی روشنی میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کا حل موجود نہ ہو۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں ہر جگہ اور دور کے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت موجود ہے چنانچہ زیر نظر مسئلہ میں بھی اقتصادیات کا اہم مسئلہ دیوالیہ /تحلیل کو زیر بحث لایا گیا ہے

دیوالیہ کے لغوی معنی واصطلاحی مفاہیم

دیوالیہ کو عربی میں "تفلیس" انگریزی میں "Bankruptcy" کے الفاظ سے تعبیر جاتا ہے تفلیس "فلس" سے مشتق ہے۔

مادہ تفلیس کے لغوی معنی اور اطلاقات

التفلیس، فِلس سے باب تفعیل ہے۔ "فلَس" کے معنی ہیں "اعلن افلاس شخص" کسی شخص کا دیوالیہ یا کنگال ہو جانا اور فاء کلمہ کے فتح اور کسرہ اور لام کلمہ کے سکون کے ساتھ اس کے معنی ہیں ایک عربی سکہ، اس کی جمع فُلُوس اور افلس آتی ہے اسی طرح عربی روپے، پیسے اور مال کو فلوس بھی کہا جاتا ہے۔[1] اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فِلس سب سے ادنی درجے کے سکے کا نام ہے جو کہ درہم و دینار سے بہت چھوٹا سکہ ہے اس کی قوتِ خرید بہت کم ہوتی ہے اور اس کے عوض میں بہت ہی معمولی اشیاء خریدی جاسکتی ہیں۔[2]

لام کلمہ کے فتح کے ساتھ فَلَس کے معنی مفلس اور محتاج ہونے کے ہیں علامہ سعیدیؒ لکھتے ہیں "مفلس" افلاس سے بنا ہے اور یہ باب افعال ہے جس کا ایک خاصہ سلب ماخذ ہے یعنی جس کے پاس پیسے نہ رہیں اور اس کا ایک دوسرا خاصہ انتقال ہے یعنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا یعنی کسی شخص کا امارت سے غربت کی طرف منتقل ہونا۔

اسی طرح اہل لغت کا قول ہے کہ اس کے معنی لوگوں کے سامنے کسی شخص کے دیوالیہ ہونے کا اعلان کرنے کے اور "تفلیس" باب تفعیل کا مصدر ہے جس کے معنی کسی کو مفلس قرار دینے کے ہیں اور اسی سے "افلاس" ہے جس کے معنی نادار اور محتاج ہونے کے ہیں اور بعض کا قول ہے تفلیس اس کی صفت افلاس کو شہرت دینا اور بعض لوگ افلاس کو فلوس سے مشتق قرار دیتے ہیں کہ مفلس کے پاس سوائے فلوس اور پیسوں کے کچھ نہیں اور اسی طرح جب کوئی آدمی پیسے والا ہو جائے تو کہا جاتا ہے "افلس الرجل" جب افلاس کی نسبت کسی شخص کی طرف کرنی ہو تو کہا جاتا ہے "افلست الرجل" [3]

افلاس اور تفلیس کے مابین تعلق

افلاس فی الجملہ تفلیس کا اثر ہے اور مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ مدیون کے خلاف قرض خواہوں کے کھڑے ہونے کے بعد حجر نافذ کرنے سے قبل کی حالت پر تفلیس بولا جاتا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اس وقت کہا جائے گا یہ عام معنی میں تفلیس ہے اور حاکم کے فیصلے سے اس پر حجر نافذ کرنے کے بعد کی حالت پر بھی تفلیس بولا جاتا ہے اور اس وقت خاص معنی میں تفلیس ہو گی چنانچہ محمد بن احمد ہروی اور ابن منظور لکھتے ہیں کہ:

يقال فلسه الحاكم تفلساً اى نادى عليه انه فلس [4]

ترجمہ: کہ فلاں شخص کے دیوالیہ پن کا حاکم نے اعلان کر دیا۔

صاحب قاموس المحیط نے کہا ہے:

فلسه القاضی تفليساً حاكم عليه بافلاس [5]

ترجمہ: قاضی نے تفلیس کا فیصلہ کرتے ہوئے اس کے افلاس کا فیصلہ کر دیا۔

مصباح المنیر میں ہے:

فلسه الحاكم تفليساً ای نادی علیه و وشهره بين الناس بانه صار مفلساً[6]

ترجمہ: حاکم نے فلاں کے دیوالیہ پن کا اعلان کر دیا اور اسے لوگوں کے درمیان اس کے مفلس ہونے کو مشہور کر دیا۔

افلاس اور تفلیس اصطلاحی تعریفات

افلاس: مفلس: اگر کسی شخص پر قرض چڑھ گیا ہو اور وہ اس بنا پر اس کی ادائیگی سے قاصر ہے کہ اس کے اخراجات کے مقابلے میں آمدنی کم تو ایسی صورت حال کو افلاس کہتے ہیں۔[7] اور مفلس وہ شخص ہے جس کا قرض اس کے مال سے زائد ہو جائے اور اس کے مصارف اس کی آمدنی سے بڑھ جائیں۔[8]

فلس: (افلاس۔ دیوالیہ ہونا):

فلس یہ ہے کہ کسی شخص کے ذمے قرض ہو لیکن اس کے پاس اس قرض کی ادائیگی کا کوئی ذریعہ موجود نہ ہو اور اس کے اخراجات آمدنی سے زائد ہوں۔[9]

مفلس:

وہ شخص ہے جس کے ذمے قرض کی رقمیں ہوں اور اس کے اخراجات اس کی آمدنی سے زیادہ ہوں۔[10]

تفلیس:

لسان العرب اور مختار الصحاح میں تفلیس کی اصطلاحی تعریف درج ذیل الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

أَفْلَس الرَّجُلُ إِذا لَمْ يَبْقَ لَهُ مالٌ،قَدْ فَلَّسه الْحَاكِمُ تَفْلِيساً: نَادَى عَلَيْهِ أَنه أَفْلَس [11]

ترجمہ: کسی بھی شخص مفلس کہا جاتا ہے جب اس کے پاس کوئی مال باقی نہ ہو اور حاکم کا مقروض کو ان مالی تصرفات سے منع کر دے جن کے ساتھ قرض کا تعلق ہو اور اس کے مفلس ہونے کا اعلان کر دے۔

دیوالیہ (مفلس) کی تعریف میں علامہ رافعیؒ فقہاء کرامؒ سے نقل کیا ہے:

إن الْمُفلس من عَلَيْهِ دُيُون لَا تفي بِمَالِه

ترجمہ: مفلس وہ شخص ہے جس پر دیون اس قدر زیادہ ہو جائیں جو اس کے مال سے ادا نہ کیے جا سکیں۔

اس تعریف کے ذکر کے بعد علامہ رافعیؒ نے اس تعریف پر دو اعتراض وارد کیے ہیں:

أَنه لَا بُد من تَقْيِيد ذَلِك بِضَرْب الْحَاكِم الْحجر عَلَيْهِ، فَإِن من هَذِه حَاله وَلم يضْرب عَلَيْهِ الْحجر يَصح بَيْعه وشراؤه بِلَا خلاف. وَالثَّانِي: أَنه تتقيد الدُّيُون بديون الْعباد، أما دُيُون الله تَعَالَى كَالزَّكَاةِ وَنَحْوهَا،

فَإِنَّهُ لَا يضْرب عَلَيْهِ الْحجر بعجز مَاله عَنْهَا إِذا كَانَ مَاله يَفِي بديون الْعباد[12]

ترجمہ : اوّلاً: اس پر یہ قید لگانا ضروری ہے کہ حاکم اس کے تصرفات پر پابندی لگائے کیونکہ جب تک اس کے تصرفات پر پابندی نہیں لگائی جائے گی تو اس کی بیع و شراء درست ہوگی، ثانیاً: اس پر یہ قید لگانا ضروری ہے کہ اس پر قرض بندوں کے قرض سے ہوں کیونکہ اگر اس پر اللہ تعالیٰ کا قرض ہو مثلاً زکوۃ وغیرہ تو اس کے تصرفات پر پابندی نہیں لگائی جائے گی اور نہ اسے دیوالیہ قرار دیا جائے گا۔

علامہ عینیؒ نے علامہ رافعیؒ اور ان کے علاوہ جتنے بھی فقہاء کرامؒ سے مذکورہ تعریف منقول ہے جن قیود کا اضافہ کیا ہے اس کے اعتبار سے مفلس کی تعریف یہ ہوگی: جس پر بندوں کے حقوق اس قدر زیادہ جائیں جو اس کے مال سے ادا نہ کیے جا سکیں اور حاکم اس کے تصرفات پر پابندی عائد کردے۔

شرعاً دیوالیہ یا مفلس اس شخص کو کہتے ہیں جس کا قرض اس کے اثاثوں سے زیادہ ہو۔[13] اس کی تائید حضرت ابو ہریرہؓ روایت سے ہوتی ہے فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟» قَالُوا: الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ، فَقَالَ: «إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ، وَصِيَامٍ، وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا، وَقَذَفَ هَذَا، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا، وَسَفَكَ دَمَ هَذَا، وَضَرَبَ هَذَا، فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ[14]

جناب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا کہ مفلس کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو ہم اسے مفلس شمار کرتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا وہ مفلس نہیں بلکہ (حقیقی طور پر) مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئے گا، مگر اس کے ساتھ ساتھ اس نے کسی پر ظلم کیا ہوگا، کسی کو تھپڑ مارا ہوگا، کسی کی بے آبروئی کی ہوگی چنانچہ یہ شخص بھی اس کی نیکیوں سے لے رہا ہوگا اور وہ بھی (یعنی دوسرا بھی) اس طرح اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور اگر اس کے بعد بھی اس کے مظالم بچ جائیں گے تو وہ (مظلوم کے) گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا یہاں تک کہ اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

اس روایتِ حدیث سے فقہاء کرام نے کسی شخص کے افلاس کے حال کو بیان کیا ہے کہ وہ مفلس کب کہلاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ اگرچہ اس کی نیکیاں پہاڑوں کے برابر ہوں گی مگر اس کے گناہوں سے کم ہوں گی اس لیے قرض خواہوں میں تقسیم کرنے کے بعد اس کے پاس کچھ بھی نہیں رہے گا، بلکہ لوگوں کے قرضے زیادہ نکلیں گے اس لیے یہ شخص مفلس کہلائے گا۔

حاکم کا مقروض کو اس کے مال میں تصرف سے روک کر مفلس قرار دینا تفلیس کہلاتا ہے اس مفہوم کی حنفیہؒ و شافعیہ نے صراحت کی ہے جب انہوں نے تفلیس کی تعریف خاص معنی کے ساتھ کی ہے۔

ابن رشد کا قول ہے:

إِنَّ الْإِفْلَاسَ فِي الشَّرْعِ يُطْلَقُ عَلَى مَعْنَيَيْنِ :أَحَدُهُمَا: أَنْ يَسْتَغْرِقَ الدَّيْنُ مَالَ الْمَدِينِ، فَلَا يَكُونُ فِي مَالِهِ وَفَاءٌبِدُيُونِهِ.وَالثَّانِي: أَنْ لَا يَكُونَ لَهُ مَالٌ مَعْلُومٌ أَصْلًا. وَفِي كِلَا الْفَلَسَيْنِ قَدِ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي أَحْكَامِهِمَا[15]

ترجمہ: شرع میں افلاس کااطلاق دو معنی پر ہوتا ہے اولاً قرض مالِ مدین کاقرض ہلاک ہوگیا ہو اور قرض ادا کرنے کے لئے اس مال سے کوئی شیئ نہ ہو اور ثانیاً یہ کہ جس کے پاس اصلاً معلوم مال بالکل نہ ہو ان دونوں صورتوں کے احکام میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

ابن قدامہ کا قول ہے:

مَنْ دَيْنُهُ أَكْثَرُ مِنْ مَالِهِ، وَخَرَّجَهُ أَكْثَرُ مِنْ دَخْلِهِ. وَسَمَّوْهُ مُفْلِسًا[16]

ترجمہ: اس کے ذمہ قرض اس کے مال سے زیادہ ہو اور خرچ آمدن سے زیادہ ہو تو اسے مفلس کہا جاتا ہے۔

دسوقی کا قول ہے کہ جس کے قرضے نے اس کے مال کو گھیر لیاہو البتہ اس کے قول میں یہ اضافہ ملتا ہے کہ اس کی واپسی کی مدت بھی مقرر ہو۔[17]

افلاس، تفلیس اور مفلس کے لغوی واصطلاح معانی و تعریفات سے یہ بات خوب واضح ہو گئی کہ مقروض کا تمام مال ضائع یاہلاک ہوگیا اور اس کے پاس دوسروں کے قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ بھی نہ بچا ہو اور اس کا باقی بچا ہوامال قرض کی ادائیگی کے لئے ناکافی ہو تواس صورتِ حال میں غرماء قاضی یا حاکم کی طرف رجوع کرتے ہیں اور وہ اس کے دیوالیہ ہونے کا فیصلہ کردیتا ہے۔اور لفظی اعتبار سے افلاس، تفلیس اور مفلس میں کوئی فرق نہیں کیوں الفاظ کی تعریفات کا مآل یہی ہے کہ ایسے شخص کو جس کا مفلس ہونا ظاہر ہو جائے اس کی قاضی یا حاکم خوب تشہیر کرے تاکہ دوسرے لوگ مال کے لین دین سے بچ جائیں کہ اگر اس کے مفلس ہونے کی تشہیر کے بعد بھی کوئی لین دین کرے گا تو وہ اس کا ذمہ دار وہ خود ہی ہوگا اور فقہاء کرام نے اس بات کو صراحتاً بیان فرمایا ہے کہ اگر تشہیر کے بعد کسی نے اس سے لین دین کیا تو اسے پہلے والے قرض خواہوں کے ساتھ اسے باقی مال کی تقسیم میں شریک نہیں کیا جائے گا۔

قانونِ تفلیس کا تاریخی ارتقاء

نظام افلاس کے ارتقائی مراحل:

قبل از اسلام کے ادوار کا اگر تاریخی مطالعہ کیا جائے تو نظام الافلاس مختلف ادوار سے گزرا روم واٹلی میں قرض دار سے ایسا ناروا سلوک کیا جاتا تھا کہ اس کی ملکیت میں جو بھی اموال ہوتے انہیں فروخت کرکے اپنے قرض کی وصولی کی جاتی اور اگر بدقسمتی سے اس کے پاس کچھ نہ ہوتا تو اس دور کا یہ عام دستور تھا کہ قرض خواہ کو غلام بنا کر اپنی خدمت پر محمول کرلیا جاتا اور اگر اس قابل نہ ہوتا تو غلاموں کی طرح اسے فروخت کردیا جاتا پھر مرور زمانہ کے ساتھ قرض خواہوں کو تو حقوق میسر آئے مگر قرض دار کے حقوق کو کوئی تحفظ حاصل نہ تھا پھر ایک مرتبہ زمانے اپنا رنگ بدلا کہ قرض خواہوں کے حقوق پامال ہوگئے اس طرح کہ طاقت ور مال دار غنی سے کمزور قرض خواہ کو مطالبہ کا حق حاصل نہ رہا یوں کسی نہ کسی صورت میں ظلم وستم کو دور دورا رہا کہ نہ دائن کو عدل وانصاف حاصل تھا اور نہ مدیون کو۔ یوں نظامِ تفلیس کو تین مختلف ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

قوانین دیوالیہ کا دورِ اول:

قوانین دیوالیہ کے ارتقائی مراحل کے سانچے میں ڈھلنے سے قبل مقروض و قرض خواہ کے لئے کوئی قانون نہ تھا ہر ایک اپنے زور بازو آزمائی کے ذریعے حسبِ خواہش معاملہ کر گزرتا کہ اگر مدیون قرض ادا نہ کرتا یا ادائیگی میں کچھ تاخیر ہو جاتی تو طاقت ور دائن اسے اپنا غلام بنالیتا اور اسے نظر بند کر لیتا۔[18]

پھر ذرا تبدیلی ہوئی کہ دائن کو مدیون کے اموال سے تعلق ہوتا اس کی ذات سے نہیں البتہ اسے قید کا حق کرنے کا حق حاصل تھا مگر مدیون کی مرضی کے بغیر اس کے اموال لینے کا حق حاصل نہ تھا اس کے بعد روم دو قسم کے افراد کے لئے دو قسم کے قوانین وضع کیے گئے تھے ایک تو وہ شخص جو حقیقتاً قرض کی ادائیگی سے عاجز ہوتا اس کے لئے کوئی جسمانی سزا بھی نہ تھی اور اس کا اپنے اموال سے تعلق واسطہ بھی باقی رکھا جاتا جبکہ دوسرا وہ شخص جو قرض کی ادائیگی کی استطاعت کے باوجود طاقت کے بل بوتے پر قرض ادا نہ کرنا چاہتا تھا اس کو جسمانی سزا دی جاتی تھی پہلے شخص کو سزا نہ دینے کی وجہ اس کے مال پاس کی موجودگی تھی اگرچہ وہ قرض کی رقم سے کم ہوتا تھا رفتہ رفتہ یہ قوانین روم نے آس پاس کے علاقوں میں پھیل کر قانونی حیثیت حاصل کرلی کہ قرض کا تعلق مدیون کے مال سے ہوگا اور اس کی ذات و شخصیت کے ساتھ نہیں ہوگا[19] عصر حاضر میں برطانیہ اور مغرب میں یہی قانون رائج ہے کہ قرض خواہ کا حق مدیون کے منقولہ و غیر منقولہ اموال سے ہے اور قرض کی ادائیگی کے لئے اس کی جائیداد وغیرہ کو فروخت کیا جاسکتا ہے اور ناگزیر حالات میں مقروض کو قید و بند کی اجازت ہے جبکہ عام حالات میں اجازت نہیں۔[20]

قوانین دیوالیہ کا دور ثانی:

اس دور میں اکثر ممالک کا حصول قرض کا سب سے بڑا ذریعہ قید و بند تھا اور اس کا دائن و مدیون دونوں کو کوئی بھی فائدہ نہ تھا تو ۱۲۸۳ء میں ایک نیا قانون بنایا گیا جسے (State Merchent) کا نام دیا گیا تھا جو پہلے دور سے کچھ خاص مختلف نہ تھا اولاً مدیون ، دائن کے تمام مال پر قبضہ کر لیتا اور اگر اس مال سے قرض خواہ کے قرض کی رقم پوری نہ ہوتی تو میسر مال پر قبضے کے بعد اسے قید میں ڈال دیا جاتا سولھویں صدی عیسوی تک یہی قانون برطانیہ اور اس کی اتحادی اسٹیٹ کے علاوہ یورپ کی ریاستوں میں بھی عرف عام کی بناء پر نافذ رہا۔[21]

جب یہ محسوس کیا گیا کہ یہ قانون دائن و مدیون کی مشکلات کو حل کرنے سے عاجز ہے کہ اس قانون کے ذریعے درست نیت رکھنے والے اور دھوکے باز مدیون کے درمیان فرق کرنا ممکن نہ رہا اور اس کے علاوہ (Member of Common Law) کو جب اس میں یہ خامی نظر آئی کہ اس قانون سے مدیون کے مال پر قبضہ کرنے کے بعد کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ جب اس کے اموال پر قبضہ کر لیا گیا تو وہ قرضے کیسے ادا کرے گا کہ اگر اس کے پاس اس کے اموال کو باقی رہنے دیا جائے تو پھر دوسرے قرض خواہوں کے قرض کی ادائیگی کچھ صورت ہو سکتی ہے کہ اگر پھر دوسرے قرض خواہ اسے قید کرا سکتے ہیں جس کا نتیجہ وہی مشکل ہے یہ صورت انیسویں صدی تاحال ابھی تک برقرار ہے۔[22]

قوانین دیوالیہ کا دور ثالث:

بعثت نبوی ﷺ سے عصر حاضر تک:

اسلام سے قبل انسانی معاشرہ میں ظلم و عدوان اتنا عام تھا کہ طاقتور، کمزور پر اتنا غالب تھا کہ اس پر دوسرے کسی کا حق ہوتا یا نہ ہوتا یا پھر اس پر کسی کا حق ہوتا یا اس کا کسی پر حق ہوتا دونوں صورتوں میں اس پر ظلم کے پہاڑ ڈھائے جاتے جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا کہ اگر کسی کمزور نے طاقتور کا قرض دینا ہوتا تو وہ اس کے مال پر قبضہ بھی کر لیتا، اسے غلام بنا کر اس سے خدمت بھی لیتا اور اگر وہ اس کے کسی کام کا نہ ہوتا تو وہ اسے غلام بنا کر فروخت کر دیتا تھا اور اس کے بر عکس اگر کسی کمزور کا طاقتور پر قرض ہوتا تو وہ مالدار ہونے کے باوجود ٹال مٹول سے کام لیتے ہوئے قرض ادا نہ کرتا کیونکہ اسے یہ معلوم ہوتا کہ قرض نہ دینے کے باوجود اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہاں تک کہ ظہور اسلام نے دنیا کو عدل و انصاف سے منور کر دیا قرآن کریم کے ذریعے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے قوانین واحکام کو نازل فرمایا لوگوں کے مابین عدل و انصاف میں مساوات قائم کی گئی اور صرف مذہب اسلام کے پیروکاروں نہیں بلکہ پوری انسانیت کو حقوق و تحفظ ملا پھر دائن و مدیون کے حقوق و فرائض کا تعین اس طرح کیا گیا جس میں نہ دائن پر ظلم ہو اور مدیون پر کوئی ظلم ہو دونوں کا تحفظ ملا دونوں کے مابین مساوات قائم کی یعنی ان قوانین واحکامات سے دائن و مدیون کے متعلق بھی واضح اور تفصیلی احکام بیان کیے گئے کہ اب قرض خواہوں کے حقوق کا تحفظ حصول حق سے کیا جا سکتا ہے خواہ وہ مدیون کو قید کر کے حاصل کیا جائے یا اور طریقہ بیع اموال وغیرہ کے ذریعے، اسلام مالدار کو ٹال مٹول کی ہر گز اجازت نہیں دیتا اور ٹال مٹول کرنے والے سے سختی برتنے اور قید کرنے کا حکم دیا رسول اللہ ﷺ سے دیوالیہ کے باب میں جو فیصلے اور قوانین مروی ہیں ذیل میں ان کو ذکر کیا جاتا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

مَطْلُ الغَنِيِّ ظُلْمٌ، فَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ[23]

ترجمہ: غنی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَيُّمَا رَجُلٍ أَفْلَسَ فَأَدْرَكَ الرَّجُلُ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ، فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ[24]

ترجمہ: ایک آدمی دیوالیہ ہو جائے اور کوئی قرض خواہ اس کے پاس بعینہٖ اپنا مال پائے تو دوسروں کی نسبت وہ اس مال کا زیادہ حقدار ہے۔

ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أيما رجل باع متاعا فأفلس الذي ابتاعه منه ولم يقبض الذي باعه من ثمنه شيئا فوجده بعينه فهو أحق به، وإن مات الذي ابتاعه فصاحب المتاع أسوة الغرماء[25]

ترجمہ: جو شخص اپنا کوئی سامان فروخت کرے اور قیمت میں سے اس نے ابھی کچھ بھی وصول نہ کیا ہو اور خریدار دیوالیہ ہو جائے اور اس کا فروخت کردہ سامان اسی طرح مشتری کے پاس موجود ہو تو وہ اس سامان کا زیادہ حقدار ہے اور اگر مشتری فوت ہو چکا ہو تو بائع باقی قرض خواہوں کے ساتھ برابر کا حصہ دار ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَيُّمَا رَجُلٍ مَاتَ أَوْ أَفْلَسَ، فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ أَحَقُّ بِمَتَاعِهِ إِذَا وَجَدَهُ بِعَيْنِهِ[26]

ترجمہ: کوئی شخص مر جائے یا دیوالیہ ہو جائے اور فروخت کندہ شخص اپنا سامان بعینہٖ خریدار کے پاس پائے تو وہ اپنے سامان کا زیادہ حقدار ہے۔

مزید یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ٹال مٹول کرنے والے مقروض کے لئے سزا بھی متعین فرمائی چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

لَيُّ الوَاجِدِ يُحِلُّ عُقُوبَتَهُ وَعِرْضَهُ» قَالَ سُفْيَانُ: " عِرْضُهُ يَقُولُ: مَطَلْتَنِي وَعُقُوبَتُهُ الحَبْسُ[27]

ترجمہ: قرض ادا کرنے کی صلاحیت رکھنے والے والے شخص کا ٹال مٹول کرنا اس کی پیشی اور سزا کو حلال کر دیتا ہے.

حضرت سفیانؒ کے علاوہ دوسرے علماء ومحدثین جیسے عبداللہ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں:

یحل عرضه ای یغلظ له وعقوبته ای یحبتس له[28]

ترجمہ: یعنی مقروض پر مطالبہ میں سختی بھی کی جاسکتی ہے یہاں تک کہ قید بھی کیا جاسکتا ہے۔

انسان کی تکریم کی وجہ سے غلام نہیں بنایا جاسکتا۔

قَالَ عَلِيٌّ الطَّنَافِسِيُّ: «يَعْنِي عِرْضَهُ شِكَايَتَهُ، وَعُقُوبَتَهُ سِجْنَهُ[29]

ترجمہ: علی طنافسیؒ کا قول ہے اس کی پیشی سے مراد اس کی شکایت یعنی اس کے خلاف مقدمہ کرنا ہے اور اس کی عقوبت سے مراد اسے جیل میں ڈالنا ہے اور اسی طرح کا قول وکیع سے بھی منقول ہے[30]

مقروض کو قید کرنے اور عقوبت کے جواز میں ایک دوسری روایت سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے کہ حضرت ہرماس بن حبیبؓ اپنے والدؓ کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَرِيمٍ لِيفَقَالَ لِي: «الْزَمْهُ» ، ثُمَّ مَرَّ بِي آخِرَ النَّهَارِ، فَقَالَ: «مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ يَا أَخَا بَنِي تَمِيمٍ؟[31]

ترجمہ: میں اپنے مقروض کو ساتھ لے کر نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم اس کے ساتھ رہو پھر شام کے وقت آپؐ میرے پاس سے گزرے تو دریافت فرمایا اے بنو تمیم سے تعلق رکھنے والے فرد! تمہارے قیدی کا کیا حال ہے؟

مذکورہ بالا روایات کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص صاحب استطاعت اور مالدار ہونے کے باوجود بلاعذر اپنے قرض خواہ کا قرض ادا نہ کرے اس کی آبروریزی بھی مباح ہے اور اس کو سزا دینا بھی درست ہے۔

قوانین دیوالیہ دورِ خلافت راشدہ میں

دورِ خلافت حضرت ابو بکر صدیقؓ:

آپؓ کے دورِ خلافت میں اگر آپ کے پاس قرض کی ادائیگی سے تنگدست ولاچار مقروض پیش کیا جاتا توآپؓ اسے قرض کی وجہ سے قید میں نہ رکھتے تھے لیکن اس سے یہ حلف لیتے کہ اگر اس کا قرض کی ادائیگی کے لئے کوئی سبب بن گیا تو وہ ضرور ادا کرے گا آپؓ اس سے حلف اس طرح لیتے کہ" قسم کھا کر کہو کہ تمہارے پاس قرض کی ادائیگی کے لئے نہ تو کوئی

نقدی ہے اور نہ کوئی جنس ، اور اگر تمہیں کہیں سے کچھ مل جائے تو تم ضرور قرض ادا کر دو گے حلف لینے کے بعد آپؐ اسے جانے دیتے" ۔[32]

دورِ خلافت حضرت عمر فاروقؓ :

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جب ان کی خدمت میں ایسا مقروض پیش کیا جاتا جس کا قرض اس کے مال سے زائد ہوتا اور اس کے مصارف اس کی آمدنی سے زائد ہوتے تو آپؓ کی طرف سے اس پر پابندی لگا کر اس کے مال کا حساب لگاتے اور قرض خواہوں کے درمیان ان کے قرض کے تناسب سے تقسیم فرماتے دیتے تھے چنانچہ عمر بن عبد الرحمٰن ابن دلافؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جہینہ کا ایک شخص ایک مدت مقررہ کے لیے سواریاں خرید لیا کرتا تھا اور ان کی قیمتوں میں اضافہ کرکے فروخت کرتا وہ دیوالیہ ہو گیا تو اس کا معاملہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش ہوا حضرت عمرؓ نے فرمایا :

أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ، فَإِنَّ الْأُسَيْفِعَ أُسَيْفِعَ جُهَيْنَةَ رَضِيَ مِنْ دِينِهِ وَأَمَانَتِهِ أَنْ يُقَالَ: سَبَقَ الْحَاجَّ، إِلَّا أَنَّهُ قَدِ ادَّانَ مُعْرِضًا، فَأَصْبَحَ وَقَدْ دِينَ بِهِ، فَمَنْ كَانَ لَهُ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا بِالْغَدَاةِ نُقَسِّمْ مَالَهُ بَيْنَ غُرَمَائِهِ، وَإِيَّاكُمْ وَالدَّيْنَ؛ فَإِنَّ أَوَّلَهُ هَمٌّ، وَآخِرَهُ حَرْبٌ[33]

ترجمہ: قبیلہ جہینہ کا ایک شخص اسفیع اپنے دین اور امانت پر خوش تھا کہ کہا جائے کہ وہ حاجیوں پر سبقت لے گیا اس نے کچھ سامان قرض لیا تھا اور اب وہ لوگوں کا مقروض ہو گیا ہے لہٰذا اس پر جس کا قرض ہو وہ کل صبح آجائے ہم اس کا مال حصہ رسدی تقسیم کریں گے۔

اگر کوئی شخص مر گیا اور اس پر قرض تھا تو اس کے ورثاء پر لازم ہے کہ اس کے ترکہ میں سے اس کا قرض ادا کیا جائے۔

اگر مقروض تنگدست ہو گیا اور اس میں یہ استطاعت نہیں رہی کہ قرض ادا کر سکے تو حضرت عمرؓ ایسے شخص سے اللہ کی قسم لیتے کہ اس کے پاس کوئی سامان یا شیئ ایسی نہیں ہے نہ ہی کسی کے ذمہ اس کا کوئی قرض ہے جس سے وہ یہ قرض ادا کر دے نیز یہ کہ اگر کسی جگہ سے اسے کچھ مل گیا جس کا ابھی اسے علم نہیں ہے تو وہ یہ قرض ادا کر دے گا اس کے بعد حضرت عمرؓ اس کو چھوڑ دیتے تھے۔[34]

دورِ خلافت حضرت عثمان غنیؓ :

حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت ایسے شخص کو جس کے اخراجات آمدنی سے زیادہ ہوں جن کی وجہ سے وہ قرض کی ادائیگی نہ کر سکتا ہو تو اس سلسلے میں حضرت عثمانؓ کی رائے یہ تھی کہ ایسے شخص کے تمام تصرفات پر پابندی (حجر) عائد کی جائے مفلس پر اس پابندی کے بعد قرض خواہ اس کی جائیداد کو اپنے اپنے قرضوں کی مقدار کے مطابق آپس میں تقسیم کر لیں گے لیکن اگر کسی قرض خواہ کو ایسے شخص کے پاس اپنے فروخت کردہ کوئی شیئ بعینہٖ مل جائے تو اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے سودے کو منسوخ کرکے اپنی چیز واپس لے لے۔[35]

دورِ خلافت حضرت علیؓ :

حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اس طرز پر فیصلہ فرمایا کہ اگر مقروض قرض کی ادائیگی سے انکار کر دیتا یا قرض کی رقم برباد ہو جاتی تو آپؓ مقروض کا سامان فروخت کرکے قرض ادا کر دیتے، حضرت زید بن علیؓ نے حضرت علیؓ کے بارے

میں روایت کی ہے کہ جب دیوالیہ اپنا قرض ادا کرنے سے انکار کر دیتا اس کا مال برباد ہو جاتا تو آپؐ اس کا سامان بیچ کر قرض ادا کر دیتے۔[36] دیوالیہ مقروض کے لین دین پر پابندی لگا دیتے اور ان کے پاس جب کوئی ایسا مقروض لایا جاتا جو اپنا قرض ادا نہ کرتا تو اسے قید میں ڈال دیتے یاہں تک کہ اس کا معاملہ عیاں ہو جاتا۔ اسی پر عبدالرزاق کی وہ روایت محمول کی جائے گی جو انہوں نے درج کی ہے کہ

" كَانَ عَلِيٌّ يَحْبِسُ فِي الدَّيْنِ "[37]

حضرت علیؓ قرض کی وجہ سے مقروض کو قید کر دیتے تھے۔ تاکہ مقروض کا حال عیاں ہو جائے۔

اس امر میں صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف رہا ہے کہ اگر ان کے پاس کسی مفلس کو لایا جاتا تو وہ اس کے حال کے مطابق فیصلے فرماتے جیساکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے تنگدست قرضدار سے حلف لے کر اسے چھوڑ دیا غنی مفلس کے بارے میں ان کے متعلق کوئی روایت روایت نہیں کی گئی اور حضرت عمرؓ اور عثمانؓ کا بھی یہی طرز عمل تھا فرق صرف اتنا ہے کہ ان سے غنی مقروض کے بارے میں نقل کیا گیا کہ اس کے سامان کو فروخت کرکے آپؐ قرض خواہوں کے درمیان اسے تقسم فرماتے اگر مفلس مر جاتا تو اس کے ورثاء پر قرض لوٹانے کو لازم کرتے اور حضرت عثمانؓ سے بھی اسی طرح کا فیصلہ نقل کیا گیا ہے اور حضرت علیؓ غنی مقروض کو قید میں رکھتے یہاں تک کہ اس کا حال عیاں ہو جاتا۔

فقہا کرام کا دور اور احکام تفلیس:

امام ابو حنیفہؒ نے مفلس شخص کے بارے میں رائے یہ کہ جب کسی شخص پر بہت سارے قرض لازم ہو جائیں اور وہ مفلس ہو جائے جس کی بناء پر قرض خواہ اسے قید کرنے یا حجر (پابندی) کا مطالبہ کریں تو اس پر اس بناء پر حجر یا پابندی عائد نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ کامل اہلیت رکھتا ہے لہٰذا اس پر حجر نافذ نہیں کیا اس لئے کہ حجر نافذ کرنا اس کی آدمیت کو باطل قرار دینا ہے

امام امالکؒ وامام شافعیؒ اور جمہور نے مفلس شخص کے بارے میں حجر کے نفاذ، مفلس کو قید کرنے کی رائے دی کہ حاکم اس کا مال فروخت کردے اور قرض کا تقاضا کرنے والوں کو پورا قرض ادا کردے جب اس کا مال قرضوں کی ادائیگی کے لئے کافی ہو یا اس کی مفلسی کا اعلان کردے اگر اس کے مال سے قرضوں کی ادائیگی پوری نہیں ہو سکتی اور خود اس کے مالی تصرفات پر پابندی لگا دے۔[38]

اسی طرح محدثین و فقہاء کرام نے باقاعدگی کے ساتھ تفلیس، افلاس وغیرہ کو کتاب التفلیس والحجر یا صرف باب التفلیس کے عنوان قائم کرکے احکام افلاس و حجر کو تفصیلاً واجمالاً بیان فرمایا امام مالک بن انسؒ (المتوفی: 179ھ) نے" المدونة" میں ، قیروانی 372ھ) نے" التهذيب في اختصار المدونة "میں ،ابو عمر یوسف بن عبد اللہ القرطبیؒ (المتوفی: 463ھ) نے "الكافي في فقه أهل المدينة "میں ،ابو العباس شہاب الدین احمد الشہیر بالقرافی (المتوفی: 684ھ) نے "الذخيرة "میں اور ابو الولید محمد بن احمد الشہیر باابن رشد الحفید (المتوفی: 595ھ) "بداية المجتهد ونهاية المقتصد "میں اور اسی طرح دیگر متقدمین و متاخرین ائمہ فقہ وحدیث نے تفلیس کے احکام کو "كتاب التفليس "کے عنوان کے تحت تفصلاً بیان فرمایا۔

اس کے بعد عدالت کے فیصلے سے مدیون کو قید کرنا افلاس کے لئے باقاعدہ کاروائی کا ایک حصہ مقرر کیا گیا یعنی

بربنائے افلاس مدیون کو نظربند اور قید وبند کیا جانے لگا البتہ شریعت مدیون کے حالات کو مد نظر رکھ کر صرف دو حالتوں میں قید وبند کی اجازت دیتی ہے اولاً یہ کہ مدیون کی تنگدستی یا فراخی معلوم نہ ہو تو یہ معلوم کرنے کے لئے گرفتار کیا جاسکتا ہے اگر اس کی تنگدستی ظاہر ہوجائے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا جمہور فقہاء کے قول میں غرماء اس کا پیچھا نہیں کریں گے۔اسی طرح امام سرخسیؒ، امام کاسانیؒ، امام قدرویؒ اور دیگر فقہاء کرامؒ نے اپنی تالیفات میں مسائلِ دین، قرض، ودیعت اور تفلیس و حجر کو تفصیلا بیان فرمایا۔احناف فقہاء کا اس بارے میں مؤقف یہ ہے قرض خواہ اپنے قرض کا مطالبہ جاری رکھیں گے یہاں تک کہ وہ اخراجات سے بچا کر انہیں کچھ نہ کچھ دے۔

نتائج البحث:

اس مختصر تحقیق سے ہمیں درج ذیل نتائج حاصل ہوئے ہیں:

1-دستور اور فقہ کا "دیوالیہ" کی تعریف پر اتفاق ہے:

جس شخص کے دیون اس کے تمام مال کے ساتھ تلف ہو جائیں اور وہ ان کی ادائیگی سے عاجز ہو۔

2-فقہ میں مفلس کے درج ذیل حقوق بیان ہوئے ہیں:

النفقہ، اس کے مال کو اس کی بہتری کے لیے بیچنا، مفلس کے گھر کے حق میں اختلاف ہے، راجح رائے یہ ہے کہ یہ ایک ایسے گھر کی پیروی کرنا ہے جس میں سکونت اختیار کرنا ناگزیر ہے۔

3-فقہ کے لحاظ سے افلاس کی اقسام:

مفلس دو حال سے خالی نہیں ہوتا:

اس کے حال سے واقفیت ہو: تو حالت واضح ہونے کی وجہ سے اسے دیوالیہ قرار دیا جائے گا لہٰذا اس کی جائیداد فروخت کرکے قرض وصول کیا جائے۔

اس کے حال سے بے خبر ہو: اس صورت میں جبتک اس کا حال واضح نہ ہو قید میں رکھا جائے، اس کی تقسیم میں فقہی مذاہب مختلف ہیں۔

4-اقسام افلاس:

(1): افلاس حقیقی۔ (2): افلاس تقصیری۔ (3): افلاس احتیالی (حیلہ سازی و دھوکہ دہی پر مبنی افلاس)۔

5-اقسام مفلس:

(1): تنہا تاجر۔ (2): شرکت۔

6-مفلس سے متعلق فقہی احکام:

1-مفلس کے فقہی احکام (جب وہ فرد ہو): کسی ذمہ قرض ثابت ہو جائے اور اس کا مال قرض کی ادائیگی کو کفایت نہ کرتا ہو، قاضی اس پر حجر کرے گا علماء کے اقوال میں سے راجح قول یہی ہے، حجر کی ترتیب پر یہ امور مقدم کیے جائیں گے:

اِ-قرض دہندگان کے حقوق کو اس کے مال سے منسلک کیا جائے گا اور اس پر مال اقرار اور اس میں تصرف سے روک دیا جائے گا۔

ب-دیوالیہ پن کے فیصلے کے بعد نئے قرضوں کے دعوؤں کا انقطاع، اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے:

''وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ''

"اور اگر قرضدار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لیے اور بھلا ہے اگر جانو۔ اور اس حدیث کی وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تمہیں جو کچھ ملے وہ لے لو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ''۔

ج۔ قرض مؤجل مقروض پر واجب رہے گا، مالکیوں اور شوافع کا مشہور مذہب ہے اور امام احمد سے بھی روایت ہے۔

د۔ جو شخص اپنا مال مقروض کے پاس پائے وہ اسے واپس لینے کا حقدار ہے، اور یہ مالک، شافعی اور احمد کا قول ہے، راجح قول ہے، رسول اللہ ﷺ کے اس قول کی بناء پر کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص اپنا مال بعینہٖ مفلس کے پاس پائے تو وہ اس کے پانے کا زیادہ حقدار ہے''۔

ھ۔ مفلس کی جائیداد بیچنے اور اور قرض خواہوں کے درمیان تقسیم کرنے کا حق قاضی کو ہوتا ہے۔

2۔ اگر دیوالیہ کا تعلق شراکت داری سے ہو: حسب نوع و قسم کے مطابق دیوالیہ ہوگا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

1۔ ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد، الشہیر با بن قدامۃ المقدسی، المغنی لابن قدامۃ، مکتبۃ القاہرۃ، ج:4، ص: 306

2۔ محمد بن الفرج القرطبی، اِقضیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مترجم: ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن، اعظمی مدینہ یونیورسٹی، دار الکتاب العربی ۔بیروت، 1426ھ۔ ادارہ معارف اسلامی منصورہ پاکستان، ص: 475

3۔ محمد بن اِحمد بن الأزہری الہروی، تہذیب اللغۃ، دار اِحیاء التراث العربی ۔ بیروت، ط: الأولی، 2001م، ج:12، ص: 297 / محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، دار صادر ۔ بیروت، 1414ھ، ج6، ص:166

4۔ جمال الدین اِبو المحاسن یوسف ، الدر النقی فی شرح اِلفاظ الخرقی، دار المجتمع للنشر والتوزیع، جدۃ ۔ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ط: الأولی، 1411ھ-- 1991 م، ج:2، ص: 492

5۔ مجد الدین اِبو طاہر محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، مؤسسۃ الرسالۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت ۔ لبنان، ط: الثامنۃ، 1426 ھ-- 2005 م، ج:1، ص:563 / زین الدین اِبو عبد اللہ محمد بن اِبی بکر، مختار الصحاح، المکتبۃ العصریۃ ۔ الدار النموذجیۃ، بیروت ۔ صیدا، ط: الخامسۃ، 1420ھ- / 1999م، ص:242

6۔ اِحمد بن محمد بن علی، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، المکتبۃ العلمیۃ ۔ بیروت، ج2 ، ص:481

7۔ ڈاکٹر اِحمد روّاس قلعہ جی ظہران یونیورسٹی ، سعودی عرب ، انسائیکلو پیڈیا۔1 فقہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور، ص:57

8-ڈاکٹر احمد روّاس قلعہ جی ظہران یونیورسٹی ، سعودی عرب ،انسائیکلو پیڈیا-2 فقہ حضرت عمرؓ،ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور، ص:176

9-ڈاکٹر احمد روّاس قلعہ جی ظہران یونیورسٹی ، سعودی عرب ،انسائیکلو پیڈیا-3 فقہ حضرت عثمانؓ،ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور، ص:344

10-ڈاکٹر احمد روّاس قلعہ جی ظہران یونیورسٹی ، سعودی عرب ،انسائیکلو پیڈیا-4 فقہ حضرت علیؓ،ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور، ص:630

11-ابو الفضل، جمال الدین ابن منظور، لساب العرب، ج6، ص:166-زین الدین ابو عبد اللہ محمد مختار الصحاح، ص:242

12-ابو محمد محمود بن احمد بن موسی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دار إحیاء التراث العربی –بیروت، ج12، ص:239

13-اقضیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مترجم :ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن، اعظمی مدینہ یونیورسٹی، ص: 475

14- مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقی، دار إحیاء التراث العربی –بیروت، ج:4، ص: 1997

15-ابو الولید محمد بن احمد بن محمد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، دار الحدیث –القاہرۃ، ط: بدون طبعۃ، ط: 1425ھ، ج:4 ، ص:67

16-المغنی لابن قدامۃ، ج:4، ص: 306

17- محمد بن احمد بن عرفہ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، دار الفکر: بدون طبعۃ وبدون تاریخ، ج:3 ، ص: 263

18-ڈاکٹر علی الزینی، الاافلاس، ط: الثالث، ص: 12

19 ..History of English law P 230
20 .Do . p 2240
21 .Do . p231
22 .Do.p 256

23- محمد بن إسماعیل، صحیح البخاری، دار طوق النجاۃ، ط: الأولی، 1422ھ، ج:3، ص:94

24-ابو داود سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داود، المکتبۃ العصریۃ، صیدا –بیروت، ج:3 ، ص:286 / مالک بن انس بن مالک الموطأ، مؤسسۃ زاید بن سلطان آل نہیان للأعمال الخیریۃ والإنسانیۃ-ابوظبی –الإمارات، ط: الأولی، 1425ھ-- 2004 م، ج:4 ، ص:978

25-ابو داود سلیمان، سنن ابی داود، ج:3 ، ص:286-مالک بن انس، الموطأ، ج:4 ، ص:978

26-ابن ماجۃ ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، دار إحیاء الکتب العربیۃ- فیصل عیسی البابی الحلبی، ج:2 ، ص: 790

امام حاکم نے اپنی صحیحین میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن خلدہ الزرقیؓ سے روایت ہے کہ وہ مدینہ کے قاضی تھے ان کے پاس حضرت ابوہریرہؓ ہمارے ایک ساتھی جو دیوالیہ ہوگئے تھے کے معاملے میں تشریف لائے تو فرمایا یہ وہ معاملہ ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا آگے متن مذکور روایت کو ذکر فرمایا (ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیۃ –بیروت، ط: الأولی، 1411 – 1990، ج:2 ، ص:58

27- محمد بن اسمٰعیل، صحیح البخاری، ج:3، ص:118

28- محیی السنۃ، ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء، شرح السنۃ، المکتب الإسلامی - دمشق، بیروت، ط: الثانیۃ، 1983م، ج:8 ، ص: 195

29-ابن ماجۃ، سنن ابن ماجہ، ج:2،، ص:811

(لی الواجد) یعنی اداء دین کی قدرت کے باوجود تال مٹول کرنے والا (یحل عرضہ وعقوبتہ) یعنی وہ شخص جو دائن کا قرض ادا کرنے کی صلاحیت

کے باوجود ٹال مٹول کر رہا ہو تو اسے پیش کیا جائے دائن یہ کہے کہ اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے تو اسے قید کی سزا دی جائے اور تعزیر کی جائے۔

30۔ ابو بکر بن ابی شیبۃ، عبد اللہ بن محمد بن إبراهيم، الكتاب المصنف فی الأحاديث والآثار، مکتبۃ الرشد –الرياض،ط: الأولى، 1409 ج:4،ص:489

31۔ابن ماجۃ،ج:2،ص:812

32۔ڈاکٹر احمد روّاس قلعہ جی،انسائیکلوپیڈیا۔1 فقہ حضرت ابوبکر صدیقؓ،ص:57

33۔۔احمد بن الحسين بن علی بن موسی، السنن الكبرى، دار الكتب العلمية، بيروت –لبنات،1424ھ- 2003 م،ج:6،ص:81۔

34۔البیہقی،السنن الکبری،ج:6،ص: 81

35۔ صحیح البخاری، ج:3،ص:118 / المغنی لابن قدامۃ،ج:4 ،ص:307

36۔المغنی لابن قدامۃ،ج:4 ،ص:320

37۔ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع،المصنف عبد الرزاق، المجلس العلمی-الهند،ط:الثانیۃ،1403،ج:8،ص:306

38۔ابو عبد اللہ محمد بن علی بن عمر، شرح التلقين، دار الغرب الإسلامی،ط: الطبعۃ الأولى،2008م،ج:3،ص: 239